R. No. 2186/57 Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date 1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 4/-
per Copy-12

جلد ۲۶ ۔ شمارہ ۳۶	ایڈیٹر: آل احمد سرور	۲۲ ستمبر ۱۹۶۷ء

اداریہ

شری جے پرکاش نرائن اور اردو

رانچی کے فسادات پر مشہور سرودے لیڈر شری جے پرکاش نرائن کا ایک بیان نکلا ہے جس میں فسادات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اور فرقہ واریت کی مذمت کرتے ہوئے بہار کی حکومت کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ فی الحال وہاں اردو کو دوسری سرکاری زبان نہ بنایا جائے۔ اس سلسلے میں ہمیں کچھ کہنا ہے۔

رانچی میں فسادات کی عدالتی تحقیقات ہو رہی ہے اور اس کے بعد ہی قطعی طور پر یہ واضح ہو سکے گا کہ قصور کس کا ہے اور اتنے آدمیوں کی موت کی ذمہ داری کس پر ہے لیکن ان کی وجہ سے حکومت کو یہ مشورہ دینا کہ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ نہ دیا جائے ایسی بات ہے جو ہماری سمجھ میں نہ آسکی۔

شری جے پرکاش نرائن ملک و قوم کے ممتاز رہنماؤں میں سے ہیں۔ ان کے خلوص، قومی فلاح کے لیے جذبہ، بے تعصبی، وسیع المشربی کے سبھی قائل ہیں۔ آزادی کی راہ میں ان کی قربانیاں سب کو معلوم ہیں اور سب ان کا اعتراف کرتے ہیں۔ آزادی کے بعد جب بھی کوئی غلط بات ہوئی ہے جے پرکاش نرائن جی نے ضرور آواز بلند کی ہے۔ جمشید پور اور روڑکیلا کے فسادات کو کچھ لوگوں نے محض معمولی بات کہہ کر ٹالنا چاہا تھا جے پرکاش جی نے اصل حقیقت واضح کی۔ قحط اور خشک سالی کے سلسلے میں انھوں نے نہ صرف ملک و قوم کو متنبہ کیا بلکہ مصیبت زدہ افراد کے لیے بڑے پیمانے پر ریلیف کا انتظام کیا۔ جے پرکاش جی ملک کی سب زبانوں کے حامی ہیں۔ انھیں اردو کی اہمیت کا بھی احساس ہے۔ پھر ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس وجہ سے وہ اب بہار کی حکومت کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ اردو کو سرکاری درجہ نہ دے۔

صورت یہ ہے کہ دستور میں شروع سے یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ کسی ریاست میں ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ زبانوں کو بعض اغراض کے لیے یا سبھی اغراض کے لیے سرکاری زبان کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ دفعہ ۳۴۵ کے الفاظ بالکل واضح ہیں اس کی رو سے سرکاری زبان ایکٹ میں مجلس قانون ساز مناسب ترمیم کر سکتی ہے گویا دستور بنانے والوں کی دوربیں نظروں نے ہندوستان کا لسانی نقشہ دیکھ لیا تھا اور اس بات کو تسلیم کر لیا تھا کہ کسی ریاست میں ایک سے زیادہ زبان کا سرکاری زبان تسلیم کیا جانا ہر طرح درست ہوگا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ دفعہ ۳۴۷ کے ذریعہ سے یہ گنجائش بھی رکھی گئی کہ صدر جمہوریہ کو اگر اطمینان ہو جائے کہ کسی ریاست میں ایک معقول آبادی (واضح رہے کہ معقول کی تعداد متعین نہیں کی گئی تھی) کی زبان ریاست کی سرکاری زبان کے علاوہ ہے، تو وہ اس زبان کو بھی ان اغراض کے لیے جن کی وہ صراحت کرے گا، سرکاری زبان قرار دیا جا سکتا ہے۔ گویا اردو کو کسی ریاست کی سرکاری زبان قرار دینا ہر طرح آئینی، جمہوری، قومی، تہذیبی اور سیکولر تقاضوں کے مطابق ہے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ وہ شرطیں پوری ہوں جن کی رو سے ایسا اعلان مناسب ہو جاتا ہے۔

اب ایک اور بات پر غور کیجیے۔ بیس سال سے اتر پردیش اور بہار میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اردو کو وہ حقوق دیے جائیں جن کا اعلان دستور میں ہے اور جنھیں مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں بھی تسلیم کر چکی ہیں۔ نتیجے کے طور پر کچھ سہولتیں بھی دی گئی ہیں، مگر جیسا کہ لسانی اقلیتوں کے کمشنر نے جو صدر جمہوریہ کا نمائندہ ہے اور ہر سال پارلیمنٹ کو اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے، اپنی رپورٹوں میں بار بار کہا ہے، اتر پردیش کی حکومت خصوصاً اور بہار اور دوسری ریاستوں کی عموماً ابھی تک اردو کے حقوق کے ساتھ

انصاف نہیں کر رہی ہیں۔ ابتدائی منزل پر اردو کے ذریعہ سے تعلیم پانے والے بچوں کی تعداد پوری اقلیت کی آبادی کو دیکھتے ہوئے بہت ہی کم ہے۔ ثانوی منزل پر اتر پردیش میں تو کوئی اسکول ایسا نہیں جو اردو کے ذریعہ سے تعلیم دیتا ہو۔ مگر بہار میں بھی یہ تعداد تسلی بخش کسی طرح نہیں کہی جا سکتی۔ پھر اردو کی کتابوں کی فراہمی، اساتذہ کے تقرر، درخواستوں کے عدالتوں میں لیے جانے اور دفتروں میں قبول کیے جانے اور ان کے جوابات اردو میں ملنے کے بارے میں شکایات ہیں۔ دستور موجود ہی حکومت کے قوانین کا اردو میں اعلان نہیں ہوتا۔ اسمبلیوں میں اردو میں بولنے والوں کی تقریریں، اردو میں نہیں چھاپی جاتیں۔ جب بھی ریاستی حکومتوں کو توجہ دلائی جاتی ہے، وہ ٹال مٹول کر دیتی ہیں۔ اس صورت میں اردو دوستوں کے لیے سوائے اس کے کیا چارہ ہے کہ وہ ان اغراض کے لیے جن کا ذکر صراحت کے ساتھ انجمن کی صدر جمہوریہ کے نام یادداشت میں موجود ہے اور ریاستی حکومتوں کو بھی جن کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے اردو کو اتر پردیش اور بہار میں سرکاری زبان بنانے پر زور دے ہمیں نہ ہندی سے برابری مقصود ہے نہ اس سے کسی طرح کی اور کسی رنگ میں کوئی چشمک ہے۔ ہندی کی پوزیشن اپنی جگہ پر محفوظ اور مستحکم ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اردو کو بھی خاص اغراض کے لیے سرکاری زبان تسلیم کر لیا جائے جس کے لیے دستور میں گنجائش ہے۔ اس مطالبہ کو کسی طرح فرقہ وارانہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مطالبہ صرف اردو دوستوں کا ہی نہیں ہے بلکہ کئی سیکولر پارٹیوں نے اسے تسلیم کیا ہے۔ اگر کچھ فرقہ پرست اس کی مخالفت کرتے ہیں تو اس مخالفت کی بنا پر مطالبے کی صحت اور معقولیت کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

اس لیے ہم جے پرکاش نرائن جی سے ادب کے ساتھ عرض کریں گے کہ وہ اس مسئلے پر پھر غور کریں۔ فرقہ پرستی کو ہر حال میں ختم ہونا چاہیے۔ قومی معاملات کو قومی رنگ میں دیکھنے کی عادت سب کو ڈالنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ کچھ قومی مطالبات کو اگر ایک گروہ تنگ نظری کی بنا پر فرقہ وارانہ کہہ دے تو وہ مطالبات فرقہ وارانہ نہیں ہو جاتے۔ جے پرکاش جی اور ان کے جیسے لوگوں کا ایسے حالات میں اور بھی فرض ہو جاتا ہے کہ وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیں۔ موجودہ تنگ نظری کی فضا کی وجہ سے معقول اور قومی اور جمہوری اصولوں کے مطابق مطالبے کو نظر انداز کرنا یا اس پر غور ملتوی کرنے کی صلاح دینا ہمارے نزدیک فرقہ واریت کو غیر ارادی طور پر شہ دینا ہے۔ جنگ پسند اس سے یہ سمجھیں گے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ یقیناً جے پرکاش جی یہ نہ چاہتے ہوں گے اس وقت ان سے توقع یہ ہے کہ وہ ہمارے مسائل کا پھر سے جائزہ لیں گے اور لسانی اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری کے لیے ملک و قوم کو بہر حال آمادہ کریں گے۔

ڈاکٹر بی راما کرشنا راؤ کا انتقال

حیدرآباد۔ سابق ریاست حیدرآباد کے پہلے وزیر اعلیٰ اور یوپی کے سابق گورنر بی راما کرشنا راؤ کا انتقال ۱۵ ستمبر کو ہو گیا۔ موصوف حیدرآباد کی آزادی کے سرکردہ لیڈروں میں سے تھے۔ انجمن ترقی اردو ہند سے آپ کا بہت قریبی تعلق رہا ہے۔ اردو کی حمایت کے سلسلے میں آپ ہمیشہ انجمن کے شریک و سہیم رہے۔ انجمن کے کانپور کے اجلاس کا افتتاح آپ نے کیا تھا۔ آجکل تلگو میں عمر خیام اور سرمد کے کلام کا ترجمہ کر رہے تھے۔ اس سے قبل انھوں نے فارسی ادب کی تاریخ کا تلگو میں ترجمہ کیا تھا۔ ادارہ "ہماری زبان" ان کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

اردو کتاب پر ساہتیہ اکیڈمی آندھرا کا انعام

حیدرآباد۔ ساہتیہ اکیڈمی آندھرا پردیش نے مولوی غلام رسول کو ان کی کتاب دکنی زبان، نشاۃ اور ارتقاء پر اس سال ۱۹۶۷ کی بابت پانچ سو روپے کا انعام دیا ہے۔

منشی نولکشور میموریل سوسائٹی کا قیام

لکھنؤ شہر کے اردو ہندی ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں نیز دوسرے ادب دوستوں اور ممتاز شہریوں کا ایک جلسہ نولکشور ریزی ڈنس حضرت گنج لکھنؤ میں جناب پنڈت نرائن چترویدی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں منشی نولکشور میموریل سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا اور عہدہ داران کا انتخاب ہوا۔

جلسۂ عام میں تجویز نمبر ۲ کے ذریعہ یہ طے پایا کہ آں جہانی منشی نولکشور کے ایک سو بتیس ویں سال پیدائش کے موقع پر ۳ جنوری ۱۹۶۸ء پر حکومت ہند سے درخواست کی جائے کہ منشی صاحب موصوف کے نام سے یادگاری ٹکٹ جاری کرنے کے لیے محکمہ ڈاک تار کو ہدایت کرے۔

(ادارہ ہماری زبان اس تجویز کی تائید کرتا ہے)

ماہنامہ پیام تعلیم کا ذاکر نمبر شائع ہو گیا

بچوں کے مشہور و مقبول ماہنامہ پیام تعلیم نے راشٹرپتی ذاکر حسین صاحب کی حیات اور کارناموں پر ایک خاص نمبر شائع کیا ہے۔ اس میں جن لوگوں کے مضامین اور تاثرات شامل ہیں ان میں سے بیشتر جامعہ کی تعلیمی تحریک سے وابستہ رہے ہیں۔

اس کا گیٹ اپ دیدہ زیب ہے۔ کتابت و طباعت نفیس ہے۔ یہ مکتبہ جامعہ دہلی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ک۔ب۔پرواز

اثر لکھنوی سے میری پہلی اور آخری ملاقات

اکتوبر ۱۹۶۳ء کا ذکر ہے جب میں فوجی کمیشن کے سلسلے میں طبی معائنہ کے بعد الٰہ آباد سے واپس آرہا تھا تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ شہر لکھنؤ دیکھوں۔ یہ شہر جو کسی زمانے میں ایک عظیم تمدن کا گہوارہ رہ چکا تھا مدت سے میرے خوابوں میں بسا تھا۔ چنانچہ ان خوابوں کو حقیقت میں منتقل کرنے کی غرض سے میں ایک دن کے لیے لکھنؤ رک گیا۔ دن بھر لکھنؤ کی سیر کی۔ سہ پہر کو اپنے ایک ادیب دوست سے گفتگو کے دوران میں نے پوچھا کہ لکھنؤ میں کون کون سی ایسی ادبی شخصیتیں ہیں جن سے مجھے ملنا چاہیے۔ انھوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ لکھنؤ میں آکر اگر آپ نواب مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر سے نہ ملے تو آپ کی لکھنؤ کی سیر بے معنی اور نامکمل رہے گی۔ اثر صاحب سے ملنے کی خواہش دراصل میرے دل میں پہلے ہی سے تھی لیکن ایک تو اس وجہ سے کہ مجھے ان کا پتہ معلوم نہیں تھا دوسرے اس خیال سے کہ شاید اثر صاحب ایک بڑے آدمی ہونے کی وجہ سے مجھے ملاقات کا موقع نہ دیں میں یہ ارادہ قریب قریب ترک کر چکا تھا لیکن مذکورہ بالا دوست کی باتوں نے میرا حوصلہ بڑھا دیا۔ انھوں نے مجھے اثر صاحب کی قیام گاہ کا پتہ بمع محل وقوع اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا۔ چنانچہ میں اس دوست سے رخصت ہو کر سیدھا چوک پہنچا اور جعفر علی محمد علی عطر والوں کے سامنے سے ہوتا ہوا کشمیری محلے پہنچ گیا۔ وہاں میں نے ایک شخص سے نواب صاحب کے گھر کا پتہ پوچھا۔ اس نے کہا کہ سامنے والی گلی میں چلے جائیے شرفا پارک سے چند مکان آگے نواب صاحب کا مکان ہے۔ اس طرح میں تھوڑی دیر میں نواب صاحب کے مکان پر پہنچ گیا۔ مکان کے سامنے گلی میں چند بچے کھیل رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اثر صاحب سے ملنا ہے۔ ایک بچہ فوراً اوپر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری منزل کی ایک کھڑکی سے ایک نہایت ضعیف اور بزرگ شخصیت نے نیچے جھانکا اور نہایت نحیف آواز میں کہا "کون ہے بھیا" میں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ اثر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر اس شخصیت نے جواب دیا "بھیا میں بیمار ہوں میرے لیے نیچے آنا بہت مشکل ہے" اس پر میں چونکا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اثر صاحب آپ ہی ہیں۔ میں نے کہا "اچھا حضور میں واپس چلا جاتا ہوں" یہ سن کر انھوں نے سوال کیا کہ "بھیا کہاں سے آئے ہو؟" میں نے جواب دیا کہ "حضور انبالے سے آیا ہوں۔ نیاز حاصل کرنے کی خواہش سے آپ کے دولتکدہ پر حاضر ہوا ہوں" یہ سن کر اثر صاحب فوراً بولے "میں ابھی حاضر ہوتا ہوں" تھوڑی دیر کے بعد بیٹھک کا دروازہ کھلا۔ میرے سامنے اثر صاحب نہایت ضعف کی حالت میں کھڑے تھے۔ مصافحہ کے بعد انھوں نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا۔ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ اثر صاحب نے گفتگو شروع کرتے ہی کہا "بھیا معاف کرنا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ انبالے سے تشریف لائے ہیں۔ جونہی مجھے معلوم ہوا کہ آپ اتنی دور سے تشریف لائے ہیں میرے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ میں آپ سے نہ ملوں حالانکہ بمشکل تمام سیڑھی اتر کر آیا ہوں۔ آج کل اکثر بیمار رہتا ہوں"

اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ جس سلسلے میں الٰہ آباد گیا تھا اس کا بھی میں نے تذکرہ کیا۔ میری کامیابی کی خبر سن کر اثر صاحب بہت خوش ہوئے اور انھوں نے مجھے مبارکباد دی۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ "شعر بھی کہتے ہو؟" میں نے جواب دیا کہ "حضور کسی قدر شوق رکھتا ہوں"۔ انھوں نے فرمائش کی کہ کچھ سناؤ۔ چنانچہ میں نے اپنی وہ غزل جو ریڈیو جالندھر سے ۱۷ر جنوری ۱۹۶۲ء کو نشر ہوئی تھی پڑھنا شروع کی۔ ابھی مطلع کا پہلا مصرع نہیں پڑھا تھا کہ اثر صاحب کہنے لگے "بھیا ایک بات عرض کرنا بھول گیا ہوں۔ وہ یہ کہ میری عادت ہے میں داد صرف اسی شعر پر دیا کرتا ہوں جو واقعی مجھے اچھا لگتا ہے ورنہ خاموش رہتا ہوں۔ آپ برا نہ مانیں۔ میں ہر شخص پر پہلے ہی یہ بات واضح کر دیتا ہوں" جب میں نے غزل پڑھنا شروع کی تو خلاف توقع مجھے تقریباً ہر شعر پر اثر صاحب نے جی بھر کر داد دی۔ ایک شعر پر وہ خاموش رہے تو میں فوراً سمجھ گیا کہ ضرور کوئی خامی ہے۔ میں نے پوچھا کہ "حضور کیا کوئی خامی ہے؟" بولے "اس شعر کو ایک بار پھر پڑھو۔" میرا شعر یوں تھا:۔

سرک گئی تھی ذرا سی نقاب روئے جمال　　نگاہِ شوق سے جلووں کا اک جہاں گزرا

اثر صاحب بولے اسے یوں کیوں نہیں کہتے کہ:۔

سرک گئی تھی یونہی سی نقاب روئے جمال　　نگاہِ شوق سے جلووں کا اک جہاں گزرا

(قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ "یونہی سی" نے شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا)

اس کے بعد میں نے اثر صاحب سے فرمائش کی کہ "ازراہ نوازش آپ بھی کچھ ارشاد فرمائیے" اثر صاحب نے نہایت سوز وگداز میں ڈوبی ہوئی ایک غزل جو بحر متقارب میں تھی سنائی جس سے میں بے حد محظوظ ہوا۔ باتوں باتوں میں اثر صاحب مجھ سے پوچھ بیٹھے کہ "بھیا آپ کا سلسلۂ تلمذ کس سے ہے؟" جب میں نے علامہ سرور لکھنوی کا نام لیا تو اثر صاحب بے حد خوش ہوئے اور بولے "بھیا تم تو اپنے ہی گھر کے آدمی نکلے"

اس طرح تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اثر صاحب سے ملاقات رہی۔ جب میں نے رخصت کی اجازت مانگی تو میں نے دیکھا کہ اثر صاحب کی آنکھوں میں نمی تھی۔ کہنے لگے کہ "اچھا بھیا اب نہ جانے کب ملاقات ہو۔ آؤ ایک بار گلے مل لیں" یہ کہہ کر اثر صاحب مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ جب میں چلنے لگا تو مجھے چھوڑنے گلی تک آئے۔

اثر صاحب سے یہ میری پہلی اور آخری ملاقات تھی۔

دیویندر پرشاد سکسینہ

اردو کے ضرب المثل اشعار

ضرب المثل کوئی ایسی شے نہیں جو کسی فرد کے بنائے بن جائے اسی طرح ضرب المثل اشعار کسی شاعر کے بنائے نہیں بن جاتے۔ اردو میں ضرب المثل اشعار کی بہتات ہے۔ اگر اردو کے ضرب المثل اشعار پر ایک کتاب تیار کی جائے تو اردو کے منظوم ذخیرے میں دو سو صفحات کی ایک کتاب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اردو کے بے شمار اشعار ضرب المثل بن کر ہماری روزمرہ کی بول چال میں شامل ہو گئے ہیں اور سارے ہندوستان میں ہندوستانیوں کی گھریلو زندگی کا جزو بن گئے ہیں۔ ہندوستان کی کسی علاقائی زبان میں یہ بات اتنے بڑے پیمانہ پر نہیں پائی جاتی۔ ہندی میں صرف تلسی داس جی کو یہ بات حاصل ہے۔ اس وقت میں مادھو رام جوہر، رجب علی بیگ سرور، چکبست اور جگر بریلوی کے ضرب المثل اشعار پیش کر رہا ہوں جن کو اردو والے ہی نہیں بلکہ ہندی سے ذوق رکھنے والے بھی بہت بڑے پیمانے پر استعمال کرتے ہیں۔

منشی مادھو رام جوہر فرخ آبادی کے چار اشعار بہتوں کی زبان پر ہیں لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ان کا خالق کون ہے ؎

جانے بھی دیں گے اشارہ سر محفل جو کیا　　تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اب عطر بھی ملو تو تکلف کی بو کہاں　　وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا

تا لبلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر　　اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

دوست دو چار نکلتے ہیں کہیں لاکھوں میں
جتنے ہوتے ہیں سوا اتنے ہی کم ہوتے ہیں

مرزا رجب علی بیگ سرور کا کوئی مجموعۂ کلام شائع نہیں ہوا لیکن ان کے یہ ضرب المثل اشعار اب بھی خاص اور عام استعمال کرتے ہیں ؎

بدل ڈے اور دل اس دل کے بدلے　　الٰہی تو تو رب العالمین ہے

سرا مر دل دکھاتا ہے کوئی ذکر اور ہی چھیڑو
بچو خانہ بدوشوں سے نہ پوچھو آشیانے کا

وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی　　اپنا مطلب تو نہ اس چرخ کہن سے نکلا

کیا شاخ گل پہ پھول کے بیٹھی ہے عندلیب
ڈرتا ہوں میں نہ چشم فلک کو بھا گئے

اک شمع رہ گئی ہے زمانے کا طور راہ　　معلوم ہو گیا ہے مجھے میل ونہار سے

پنڈت برج نرائن چکبست کے پانچ اشعار ملاحظہ فرمائیے یہ اشعار بھی گھریلو زندگی کا جزو بن گئے ہیں ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب　　موت کیا ہے انھیں اجزا کا پریشاں ہونا

فنا کا ہوش آنا زندگی کا درد سر جانا　　اجل کیا ہے خمار بادۂ ہستی اتر جانا

دل میں اس طرح ہے ارمان میں آزادی کے　　جیسے گنگا میں جھلکتی ہے چمک تاروں کی

چمن زار محبت میں اسی نے باغبانی کی　　کہ جس نے اپنی محنت ہی کو محنت کا ثمر جانا

دیکھا سرور بادۂ ہستی کا خاتمہ　　اب دیکھیں رنگ لائے اجل کا خمار کیا

حضرت جگر بریلوی کے بہت سے اشعار ضرب المثل ہو کر سارے ہندوستان میں مرد، عورت اور بچے استعمال کرتے ہیں، اکثر موقعوں پر لوگوں کی زبانی ادا ہوتے ہوئے ان کے اشعار میں نے سُنے ہیں اور تحریروں میں بھی اردو ہندی اور انگریزی میں ان کے بعض اشعار کے حوالے دیکھے ہیں چند ضرب المثل اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہر درد کی کچھ نہ کچھ دوا ہے　　مایوس بشر نہ ہو خدا ہے

قسمت سے داغ سینہ نے اس کیا ہے　　خون جگر میں رنگ بہت تھے بہار کے

جس نے تیری نظر کو دیکھ لیا　　اس کو دنیا نظر نہیں آتی

جس نے پیدا کیا ہے پالے گا　　مارنا ہوگا مار ڈالے گا

کیونکر کہوں زباں کو تو مہرباں نہیں　　لیکن مرا نصیب کہ میں شادماں نہیں

یاد کسی کی آ گئی کٹ گئی زندگی کی رات　　ورنہ کہاں نمود صبح ایسی شب دراز میں

دل اگر درد آشنا نہ ہوا　　ہے برابر ہوا ہوا نہ ہوا

تم نہیں پاس کوئی پاس نہیں　　اب مجھے زندگی کی آس نہیں

قسمت کرموں کا اپنے پھل ہے　　تقدیر نتیجۂ عمل ہے

گدا سے شاہ ہو یا شاہ سے گدا ہو جائے　　کسی کو کیا ہے خبر ایک پل میں کیا ہو جائے

زندگی کیا ہے صبر کرنا ہے　　خون کا گھونٹ پی کے مرنا ہے

جب کلیجے میں تیر ہو پیوست　　نہ کراہے تو کیا کرے کوئی

جاں نثاری قبول ہو کہ نہ ہو　　ہم کو اپنی سی کر گزرنا ہے

سعادت نظیر

خیر مقدم

(انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کی جانب سے راشٹرپتی ڈاکٹر ذاکر حسین کا استقبال)

فلک پہ رقص میں ہیں مہر و ماہ جس کے لیے — نگاہیں ہو گئی ہیں فرشِ راہ جس کے لیے
جہانِ شوق میں آیا وہ بادہ خوار آیا — ضیائے دیدہ و دل جانِ انتظار آیا
یہ کارواں میں ہے چرچا کہ راہبر آیا — خوش آمدید کہو صاحبِ نظر آیا
سنا ہے کہ چاند ستاروں کے درمیاں! — سنا وہ حال کہ ہمدرد و مہرباں آیا
دلوں کے گھاؤ دکھاؤ وہ چارہ گر پہنچے — ہمارے دردِ محبت سے باخبر پہنچے
یہ آرزو ہے کہ دل کی مراد بر آئے — نئے چراغ، نئی روشنی نظر آئے
بہار آئے تو معیارِ رنگ و بو ہو جائے — فقط مری نہیں گلشن کی آبرو ہو جائے

حیات کا جو ہے مقصد وہ عام ہوتے رہے
جو آدمی کے ہے شایاں وہ کام ہوتے رہے

پیارے لال رتن

ریڈیو

اب کسے رہنما کرے کوئی
(غالب)

کاش تو میری ہستی کو پہچانتا
میری آواز ہی میرا کردار ہے

میرے ہونٹوں پہ لاوا ہے الفاظ کا
میرے گالوں پہ سُر تال کی رال ہے
دل نہیں ہے تو کیا میرے جذبات ہیں
یہ خیالات ہیں یہ وہ خیالات ہیں
وقت کی بے رخی پر بچھا در سے گئے
ہانپتے قہقہے، کانپتے زمزمے
درد سارے جہاں کا جگر میں لیے
رات کی خامشی میں تڑپتا رہا
دن کی آوارگی میں سسکتا رہا
کاش تو میری ہستی کو پہچانتا!

قطعہ

اختر بستوی

فکر مردہ ہے تصور پہ تھکن طاری ہے
اب خیالات میں پہلی سی ترنگ و تاز نہیں
داریٔ ذہن پہ چھایا ہے وہ بے حال سکوت
جس میں احساس کے قدموں کی بھی آواز نہیں

غزلیں

شوخ بہار

خاکِ پروانہ کا ہر ذرہ نئی پرواز ہے
حسن کے جلوؤں پہ شائستگی کا ناز ہے
اے مصور! نقش کاری کا یہ کیا انداز ہے؟
رنگ ہر تصویر کا آمادۂ پرواز ہے
عقدۂ ناز و نیاز اس کے سوا کچھ بھی نہیں
حسن بھی اک راز ہے اور عشق بھی اک راز ہے
گل تو گل ہر خار بھی ہے اک جہانِ رنگ و بو
باغِ عالم کس کی یارب جلوہ گاہِ ناز ہے!
کیوں قفس کی راحتوں کو زندگی سمجھے ہو تم؟
زندگی اے ہم صفیرو! جرأتِ پرواز ہے
ہے فقط وہ جاری رندوں پہ ساقی کی نظر
ہم نے یہ مانا در مے خانہ سب پر باز ہے
کیوں نہ کلیوں کی چٹک سے آنکھ بھر آئے بہار؟
شیشۂ دل ٹوٹ جانے کی یہی آواز ہے

اعجاز رحمانی

راہِ طلب میں اہلِ دل جب حدِ عام سے بڑھے
کشمکشِ حیات کے اور بھی حوصلے بڑھے
کوششِ پیہم آخرش منزل اب آ گئی قریب
مژدہ ہو آرزوئے دل پاؤں کے آبلے بڑھے
کس سے یہ پوچھئے بھلا تشنہ لبوں کو کیا ملا
کہنے کو یوں تو دور بھی سیکڑوں میکدے بڑھے
تابشِ حسنِ یار سے تسکین لی تابِ عرضِ حال
جتنے قریب آئے وہ اتنے ہی فاصلے بڑھے
راہبروں کے رخ بدل گئے سفر نہیں دور رہ گئی
خضر کے اعتبار پر جب بھی قافلے بڑھے

ہوش نعمانی

"سرور و کیف" نہیں ہے شراب کے بس میں؟
تو چاندنی بھی نہیں ماہتاب کے بس میں!
کبھی جو ہو گئے آزاد خوں رلائیں گے......!
سسک رہے ہیں جو نغمے رباب کے بس میں
"قفس، چمن، رسن، دار، دیر و کعبہ، کنشت"
برائے بیت یہ سب ہیں جناب کے بس میں
بس ان کے خط میں ہی بات میرے کام کی ہے
نہیں ہیں ہم کسی خانہ خراب کے بس میں
سپید پڑ گیا چہرہ غمِ جہاں کا ہوش
جو میکدے میں ہیں وہ ہیں شراب کے بس میں

دی مغل لائن لمیٹڈ

(حکومت ہند کا تجارتی ادارہ)

حج ۱۹۶۸ء

۱۔ بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی

ہم مسرت کے ساتھ حج ۱۹۶۶ء کے لیے بحری جہازوں کی روانگی کے عارضی پروگرام کا اعلان کرتے ہیں۔

قبل رمضان جہاز کی روانگی

۱۔ ایس۔ ایس "مظفری" تقریباً ۲۲ نومبر ۱۹۶۶ء

بعد رمضان جہازوں کی روانگی

۲۔ "مظفری" تقریباً ۲ جنوری ۱۹۶۸ء
۳۔ "محمدی" " ۶ جنوری ۱۹۶۶ء
۴۔ "سعودی" " ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء
۵۔ "مظفری" " ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء
۶۔ "محمدی" " ۲۲ جنوری ۱۹۶۶ء
۷۔ "سعودی" " ۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء
۸۔ "مظفری" " ۶ فروری ۱۹۶۶ء
۹۔ "محمدی" " ۱۳ فروری ۱۹۶۶ء
۱۰۔ "سعودی" " ۱۹ فروری ۱۹۶۶ء
۱۱۔ "مظفری" " ۲۴ فروری ۱۹۶۶ء

یقینی تاریخوں کا اعلان ہر ایک جہاز کی روانگی سے کم از کم پندرہ روز قبل کیا جائیگا۔

۲۔ پلگرم پاس۔ تمام حاجیوں کے لیے پلگرم پاس (حج پاسپورٹ) حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ پاس بمبئی میں واقع حج کمیٹی کے دفتر سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ عازمین حج کی سہولت کے لیے پلگرم پاس کی رجسٹریشن فیس ۱۰ روپے کرایہ جہاز کے ساتھ وصول کر لی جائے گی۔ اس لیے حج کمیٹی پلگرم پاس بنانے کی لاگت سے کوئی فیس نہیں لے گی۔

۳۔ کرایہ جہاز۔ بمبئی تا جدہ اور واپسی سفر کا کرایہ حسب ذیل ہوگا۔

فرسٹ کلاس	کرایہ مع خوراک	محصول [illegible]	پلگرم پاس کی رجسٹریشن فیس	مجموعی رقم
بالغان	۱۶۷۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۰ روپے	۱۸۱۳ روپے
بچے ۳ تا ۵ سال	۸۳۵ "	۰	۱۰ "	۸۴۵ "
بچے ۱ تا ۳ سال	۶۲۳ "	۰	۱۰ "	۶۳۳ "
بچے ایک سال سے کم		۰	۱۰ "	۱۰ "
ڈیک کلاس				
بالغان	۶۰۰ "	۱۳۳ "	۱۰ "	۷۴۳ "
بچے ۳ تا ۵ سال	۳۰۰ "	۰	۱۰ "	۳۱۰ "
بچے ایک تا ۳ سال	۲۶۵ "	۰	۱۰ "	۲۷۵ "
بچے ایک سال سے کم		۰	۱۰ "	۱۰ "

صرف واپسی ٹکٹ ہی جاری کیے جائیں گے۔

۴۔ پابندیاں۔ حاجیوں کی عام صحت اور بھلائی کے پیش نظر حکومت ہند نے بعض پابندیاں عائد کی ہیں جن کے تحت مندرجہ ذیل طبقوں کے اصحاب کو سفر حج پر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستیں پیش کرنے سے پہلے ان پابندیوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

(الف) جن بچوں کی عمر ۵ اور ۱۲ سال کے درمیان ہو گی۔

(ب) جن عازمین حج کے پاس ہندوستانی سکے میں نقد ۱۲۰ روپوں سے کم ہوگی۔

(ج) جن لوگوں نے گزشتہ پانچ سال کے اندر یعنی ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۵ء کے درمیان فریضہ حج ادا کیا ہے۔ ایسے اصحاب کو حج پر لے جانے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

(د) جن خواتین کو جہاز پر سوار ہوتے وقت پانچ ماہ یا اس سے زائد کا حمل ہوگا۔

(ہ) جو لوگ مندرجہ ذیل بیماریوں یا معذوریوں میں مبتلا ہوں گے۔

(۱) دماغی امراض (۲) تپ دق یا سل (۳) قلبی امراض (۴) شدید دمہ (۵) متعدی امراض (۶) دیگر خطرناک، چھوت کی بیماریاں۔ اگر کسی شخص کی بیماری یا کسی خاتون کے حمل کی مدت کے متعلق کوئی شبہ ہوگا تو ان کا بمبئی پر طبی معائنہ کیا جائیگا۔ اس لیے عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ذہنی دستوں میں غلط بیانی سے کام لے کر نشستیں محفوظ نہ کرائیں۔

۵۔ نشستیں محفوظ کرانے کا طریقہ۔ تمام درخواست دہندگان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ درخواست کے ہر فارم پر اپنا پاسپورٹ سائز کا فوٹو چسپاں کریں اور ساتھ ہی فوٹو کی تین کاپیاں بھیجیں۔ فوٹو کی شرط خواتین کے لیے بھی ہے، تاہم پردہ نشین خواتین اس سے مستثنی ہوں گی۔ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کے فوٹو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

ہر عازم حج کو علیحدہ فارم پر درخواست کی دو نقلیں بھیجنی چاہئیں۔ اگرچہ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کا کرایہ [illegible] ہوتا ہے تاہم ان کی درخواست بھی علیحدہ فارم پر دو نقلوں میں ہونی چاہیے اور اس بیان کے والدین یا سرپرست کے دستخط ہونے چاہئیں۔ اس میں بچے کی صحیح عمر درج ہونی چاہیے اور اس کی تاریخ ولادت کا سرٹیفکیٹ بھی ساتھ ہونا چاہیے۔ درخواست کے ہمراہ اس مضمون کا حلف نامہ ہونا چاہیے کہ عازم حج نے اس سے پہلے کبھی حج نہیں کیا اور اگر کیا ہے تو گزشتہ پانچ سال میں نہیں کیا۔ علاوہ ازیں کسی مستند ڈاکٹر یا حکیم کا سرٹیفکیٹ اس مفہوم کا ہونا چاہیے کہ عازم حج صحت مند اور سفر حج کے قابل ہے۔ درخواست کے فارم پر مندرجہ ذیل تفصیلات درج ہونی چاہئیں: (۱) نام جلی حروف میں (۲) والد یا شوہر کا نام (۳) جنسیت یعنی مرد یا عورت (۴) عمر (۵) تاریخ پیدائش (۶) قومیت ہندوستانی یا غیر ہندوستانی (۷) پیشہ (۸) مستقل پورا پتہ، گاؤں، پوسٹ آفس، ضلع، ریاست (۹) ہندوستان میں نامزد کردہ شخص کا نام پتہ اور یہ کہ اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے (۱۰) اگر درخواست دہندہ خاتون ہے تو ہم سفر محرم کا نام، رشتہ اور پتہ (۱۱) رمضان سے پہلے سفر کرنا ہے یا رمضان کے بعد (۱۲) کس جہاز سے سفر کا ارادہ ہے (اس جہاز کا نام اور اس کی تاریخ روانگی) اور اگر اس جہاز میں جگہ نہ مل سکے تو دوسرے جہاز کا نام اور اس کی تاریخ روانگی۔ (۱۳) کس کلاس میں سفر کرنا ہے (۱۴) اس سے پہلے کس سنہ میں حج کیا ہے (۱۵) ارسال کردہ رقم، ڈرافٹ کا نمبر، رقم، بنک کا نام اور مقام (۱۶) درخواست دہندہ کے دستخط یا نشان انگوٹھا۔ (۱۷) درخواست بھیجنے کی تاریخ (۱۸) نمونے کیلئے درخواست دہندہ کے دو نمونہ دستخط یا انگوٹھے کا نشان۔

۶۔ فرسٹ اور ڈیک کلاس کے رزرویشن کا طریقہ حسب ذیل ہوگا۔

(الف) فرسٹ کلاس۔ (۱) درخواست مع نقل ہونی چاہیے۔ اس میں تمام تفصیلات کی خانہ پری کی جانی چاہیے۔ [illegible] حج کی درخواست کے ساتھ جس کی عمر ۱۲ سال سے اوپر ہو کرایہ کی پوری رقم ۱۸۱۳ روپے، ۳ تا ۵ سال کی عمر کے بچے کے لیے ۸۴۵ روپے، ایک تا ۳ سال کی عمر کے بچے کے لیے ۶۳۳ روپے اور ایک سال سے کم عمر کے بچے کے لیے ۱۰ روپے مع [illegible] صحت کا سرٹیفکیٹ۔ (۲) دی مغل لائن لمیٹڈ، [illegible]

کے ہر بچے کے لیے ۵۰ روپے زائد دینے ہوں گے۔ یہ رقم نقدی کی صورت میں حاجیوں کے مسافر خانہ میں اس وقت وصول کی جائے گی جب نشستوں کا تعین ہوگا لہٰذا حاجیوں کو ڈیک کیبن کی رقم کرائے کے ساتھ نہیں بھیجنی چاہیے۔ (۳) فرسٹ کلاس کے ہر عازم حج کو اپنے ساتھ ڈیک کلاس کے دو حاجی لے جانے کی اجازت ہوگی اور ان کی درخواست کے فارم بھی اسی لفافے میں ہونے چاہئیں لیکن ایک لفافہ میں درخواستوں کی تعداد سات سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے گویا ہر فرسٹ کلاس کے ساتھ دو ڈیک۔ کسی لفافے میں فرسٹ کلاس کے دو حاجی اپنے ساتھ ڈیک کے چار حاجی لے جا سکتے ہیں جس لفافہ کے اندر فرسٹ کلاس کے ساتھ ڈیک کی درخواستیں چار سے زائد ہوں گی اسے مسترد کر دیا جائے گا۔

(ب) **ڈیک کلاس**۔ درخواستیں ہمراہ ... ہونی چاہئیں۔ ان میں تمام تفصیلات کی خانہ پری کی جانی چاہیے ہر بالغ کی درخواست کے ساتھ جس کی عمر ... سال ہے ... کرایہ کی پوری رقم ۴۴۳ روپے۔ تین تا پانچ سال کی عمر کے بچے کے لیے ۲۲۲ روپے اور ایک تا تین سال کی عمر کے بچے کے لیے ... ڈاکٹری سرٹیفکیٹ۔

(ج) **عام ہدایات**۔ (۱) تمام رقوم دی مغل لائنز لمیٹڈ کے نام بینک ڈرافٹ کی شکل میں ہونی چاہئیں اور ڈرافٹ ایسا ہونا چاہیے جسے بمبئی میں بھنایا جا سکے۔ بہتر ہوگا کہ ڈرافٹ اسٹیٹ بینک آف انڈیا کے ذریعے بھیجے جائیں۔ ڈرافٹ رجسٹرڈ پوسٹ سے بھیجنا چاہیے۔ البتہ ایسے مقامات پر رہنے والے عازمین حج جہاں بینک کی سہولت نہیں ہے بیمہ شدہ لفافہ کے اندر کرایہ کی رقم بھیج سکتے ہیں جو بینک ڈرافٹ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء سے پہلے خریدے گئے ہیں وہ اس صورت میں قبول کیے جائیں گے جب انہیں جاری کرانے والے بینک کے ذریعہ دوبارہ بھنانے کے قابل بنایا گیا ہو۔ کوئی رقم منی آرڈر یا چیک کے ذریعے قبول نہیں کی جائے گی۔ (۲) خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ہم سفر ہو (محرم) کا پورا نام، پتہ اور رشتہ بتائیں۔ ایسی خاتون اور محرم کی درخواستیں ایک ہی لفافے میں بھیجی جانی چاہئیں (۳) لفافے کے اوپر بھیجنے والے کا نام عازمین حج میں سے ہی کسی ایک کا ہونا چاہیے کسی غیر متعلقہ شخص کا نہیں یہ امر لازمی ہے۔ یہ شرط اس لیے رکھی گئی ہے کہ عازمین حج کو ان کی درخواستوں کا نتیجہ جلد معلوم ہو سکے۔ (۴) جن حاجیوں کے نام ۱۹۶۶ء کی فرسٹ کلاس یا ڈیک کی ویٹنگ لسٹ میں درج کیے گئے تھے لیکن جنہیں کسی بھی جہاز میں جگہ نہ مل سکی انہیں اس سال یقینی طور پر جگہ دی جائے گی اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے حاجی اپنی نئی درخواستوں کے ساتھ ویٹنگ لسٹ فارم بھی بھیجیں۔ نئی درخواستیں اور ویٹنگ لسٹ فارم ایک ہی لفافے میں ہونے چاہئیں۔ (۵) جن اشخاص نے حج ۱۹۶۷ء کے لیے اور سالہائے ماسبق میں درخواستیں دی تھیں اور جن کی درخواستیں دو سال یا دو سال سے زائد عرصے میں مسترد ہوئی ہیں انہیں بھی یقینی طور پر جہاز میں جگہ دی جائے گی۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے حاجی اپنی مسترد شدہ درخواستیں نئی درخواستوں کے ساتھ منسلک کریں اور یہ سب درخواستیں ایک ہی لفافہ میں بھیجیں گے۔ نوٹ: اس لفافے میں ان حاجیوں کی درخواستیں نہ بھیجیں جو اس سال پہلی بار حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (۶) فرسٹ یا ڈیک کے جن حاجیوں کی درخواستیں گزشتہ سال منظور کی گئی تھیں انہیں اس سال قرعہ اندازی میں قدرے فوقیت دی جائے گی۔ چنانچہ ایسے حاجی ۱۹۶۶ء کی مسترد شدہ درخواستیں اپنی نئی درخواستوں کے ساتھ ایک ہی لفافے میں بھیجیں۔ (۷) کسی بھی لفافے میں سات سے زیادہ درخواستیں نہیں ہونی چاہئیں اور ایک لفافے کے اندر ایک ہی ریاست کی درخواستیں ہونی چاہئیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو درخواستیں مسترد کر دی جائیں گی۔

۷۔ ویٹنگ لسٹ۔ (۱) درخواستوں میں سے ایک مخصوص تعداد کو فرسٹ اور ڈیک کلاس کی ویٹنگ لسٹ پر لے لیا جائے گا۔ جیسے جیسے ریزرویشن منسوخ ہوں گے ویٹنگ لسٹ کے حاجیوں کو موقع دیا جائے گا اور متعلقہ حاجی کو اس کی اطلاع فوراً دی جائے گی۔ (۲) ویٹنگ لسٹ کے حاجیوں کو پُرزور مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ سفر حج کے انتظام کی امید میں بمبئی نہ آئیں۔ انہیں اسی وقت بمبئی آنا چاہیے جب کمپنی ان کے سفر کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں کمپنی کوئی ذمہ داری قبول نہ کرے گی۔ (۳) جو درخواستیں ویٹنگ لسٹ پر نہیں آ سکیں گی انہیں لوٹا دیا جائے گا۔

۸۔ بکنگ کا آغاز۔ عام اطلاعات کے پیش نظر چونکہ جہاز رانی دفتر کے کاؤنٹر پر کوئی درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔ تمام درخواستیں رجسٹرڈ یا بیمہ شدہ لفافوں میں اس طریقے سے بھیجی جائیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ یہ درخواستیں ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو یا اس سے قبل ہمیں مل جانی چاہئیں اس تاریخ کے بعد ہمارے دفتر کو جو بھی درخواست موصول ہوگی اسے لوٹا دیا جائے گا۔

۹۔ منسوخی۔ اگر کوئی عازم حج اپنی جگہ منسوخ کرانا چاہے اور اس کے لیے فرسٹ کلاس یا ڈیک میں جو جگہ مقرر کی گئی ہے اس کا فائدہ اٹھانا نہ چاہے تو اسے چاہیے کہ اپنے ارادے کی اطلاع بندرگاہ سے جہاز کی روانگی سے دس روز قبل کمپنی کو دے دے۔ اگر ایسا کیا گیا تو کرائے کی رقم واپس کرتے وقت اس میں سے ۱۰ فیصدی کاٹ لیا جائے گا۔ اسی طرح ویٹنگ لسٹ کے جن حاجیوں کے لیے جہاز میں جگہ کا انتظام ہوگا انہوں نے اگر اسے منسوخ کرانا چاہا اور اپنے ارادے کی اطلاع جہاز کی روانگی سے کم از کم ... روز قبل کمپنی کو دی تو ان کے کرائے کی رقم کی واپسی کے وقت اس میں سے دس فیصدی رقم منہا کر لی جائے گی۔

۱۰۔ نام تبدیل کرنے کی اجازت نہیں اور رجسٹریشن میں تبدیل نہیں کیا جائے گا۔

۱۱۔ غیر ملکی باشندے۔ جو غیر ملکی باشندے حاجیوں کے جہاز میں بمبئی سے جدہ جانا چاہتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ ہندوستان میں مقیم اپنے ملک کے سفارت خانہ کی وساطت سے درخواست گزاریں۔ ان کے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہونا چاہیے۔ اس میں ضروری دستاویزات کے ساتھ سعودی عرب کا ویزا ہونا چاہیے۔ ان کے پاس ہندوستان لوٹنے کا بھی ویزا ہونا چاہیے۔ بجز فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد وہ اپنا سفر کے لیے وہ جدہ سے بمبئی کے جہاز پر سوار ہو سکیں ایسے حاجیوں کو صرف ڈیک کلاس میں جگہ دی جائے گی بشرطیکہ کسی جہاز میں جگہ خالی ہو۔

۱۲۔ انجکشن اور ٹیکہ۔ عازمین حج کے لیے ضروری ہے کہ ان کے پاس مخصوص قسم کے مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹ ہوں۔ اگر پہلے سے یہ سرٹیفکیٹ اپنے طبی عملے سے حاصل کر لیے ہیں۔

(الف) ہیضہ۔ ہیضہ کے سرٹیفکیٹ میں یہ درج ہونا چاہیے کہ عازم حج نے سات روز کے وقفے سے دو انجکشن لگوائے ہیں۔ یہ سرٹیفکیٹ دوسرا انجکشن لگوانے کی تاریخ سے ۶ ماہ تک کارآمد رہے گا۔

(ب) **چیچک**۔ چیچک کا سرٹیفکیٹ کامیاب ٹیکے کے ساتھ ابتدائی ٹیکہ لگوانے کی تاریخ سے ... روز بعد قابل قبول ہوگا اور ... سال تک کارآمد رہے گا۔ دوبارہ ٹیکہ لگوانے کی صورت میں یہ اس روز کارآمد ہوگا۔

(ج) **اسپیل کلچر سرٹیفکیٹ**۔ سعودی حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہر عازم حج کے پاس سٹول کلچر نیگیٹو سرٹیفکیٹ ہونا چاہیے جس پر جہاز پر سوار ہونے سے کم از کم سات دن پہلے کی تاریخ ہونی چاہیے اور یہ سرٹیفکیٹ کسی سرکاری لیبارٹری کا جاری کردہ اور طبی حکام سے تصدیق شدہ ہو اور مزید برآں متعلقہ محکمہ صحت کا جاری کردہ ایک سرٹیفکیٹ اس مفہوم کا ہونا چاہیے کہ عازم حج نے کم از کم پانچ روز ایک ایسے علاقہ میں گزارے ہیں جو ہیضہ سے پاک تھا۔

۱۳۔ عازمین حج کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جدہ سے واپسی کے وقت جہازوں کی نشستوں کی تقسیم جدہ کے ہندوستانی سفارت خانہ کے ذریعہ ترتیب دی جاتی ہے جس میں جو حاجی جدہ پہلے پہنچتے ہیں انہیں واپسی کا موقع پہلے دیا جاتا ہے۔

۱۴۔ دیگر امور۔ (۱) سفر حج کے لیے درخواست کے فارم دی مغل لائنز لمیٹڈ، "حج کمیٹی بمبئی" یا ہندوستان میں کسی بھی اسٹیٹ حج کمیٹی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ (۲) اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے علاوہ اگر حج ۱۹۶۸ء کے متعلق کوئی بات دریافت کرنی ہو تو براہ مہربانی ایگزیکٹیو آفیسر حج کمیٹی، کرناک بندر، بمبئی سے رجوع کریں۔

مراسلات

ایک انگریزی ڈکشنری اردو میں

انگریزی اردو ڈکشنریاں رومن خط میں چھپی ہوئی تو ایک سے زائد نظر سے گزر چکی ہیں حال ہی میں ایک ڈکشنری ایک نئے قسم کی دیکھنے میں آئی۔

یہ کتاب نہیں ایک ناقص الطرفین کتاب کے کچھ ورق ہیں صفحہ ۱۰۳ سے صفحہ ۱۲۰ تک لکھنؤ میں ایک دوکان سے ہاتھ لگ گئے۔ اصل کتاب انگریزی ڈکشنری اردو میں ہے۔ معنی و مفہوم تو اردو میں درج ہوتے ہی نئی بات یہ ہے کہ اصل انگریزی لفظ بھی اردو میں رسم خط میں درج ہیں۔ اعراب کے ساتھ۔

کتاب مختصر ہے۔ لیکن بہت زیادہ مختصر نہیں۔ اندازہ ہے کہ ۱۰۳ صفحہ کی ہوگی صفحہ پر ردیف ب چل رہی ہے اور صفحہ ۱۲۰ پر ردیف م۔ تقطیع عام کتابی یعنی ۲۲ x ۲۹ ۱۶ ہے اور سطر ۲۱ سطری

"ایک لغت نمونہ کے طور پر نقل کئے دیتا ہوں"

بیٹ ۔ چوگان۔ گیند کھیلنے کی تھالی ص ۱۰۴

بیٹل فیلڈ ۔ جنگاہ۔ رن ص ۱۰۴

پراپوزل۔ وہ تجویز جو صلاح یا مشورت کے طور پر کی جائے ص ۱۱۴

مرکری۔ پارہ۔ سیماب ص ۱۲۰

مرکن ٹایل۔ تجارتی ص ۱۲۰

کتاب چھپی ہوئی بہت زیادہ پرانی نہیں معلوم ہوتی۔ بظاہر ۶۰، ۷۰ سال ہی قبل کی معلوم ہوتی ہے۔ مصنف یا ناشر کا کوئی پتہ نشان ان اوراق سے نہیں چلتا۔

یقین ہے کہ ہماری زبان کے وسیع حلقۂ ناظرین میں سے ضرور کوئی صاحب اس کا تعارف ناظرین سے کرا سکیں گے۔

(مولانا) عبدالماجد

دو یادگاری جلدوں کی تجویز کے بارے میں

پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی ادیب اردو کے منفرد عالم اور محقق ہیں۔ ان کی اشاراتی تحقیقیں تقریباً نصف صدی سے اردو کو مالا مال کر رہی ہیں۔ ان کی تحریریں مثال متانت اور عالمانہ وقار ہوتا ہے۔

ان کی ساری تخلیقات صحت زبان، پختگی سیاق اور صحت فکر کا ایک نادر نمونہ ہیں۔ میں ۲۲ اگست کے ہماری زبان میں پروفیسر صاحب موصوف کے لیے ڈاکٹر گیان چند کی تجویز اعزاز کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور اس کار عظیم میں ہر طرح شریک ہونے کے لیے حاضر ہوں۔

(صفدر آہ)

(۱)

۲۲ اگست ۱۹۷۷ء کے اخبار "ہماری زبان" میں عزیزی ڈاکٹر گیان چند نے میرے لیے یادگاری کتاب کی تجویز پیش کی ہے۔ یہ ان کے بے خلوص کا فطری اظہار ہے جو میرے لیے دلی مسرت کا باعث ہے۔ میں ان کی اس تجویز کی قدر کرتا ہوں، مگر اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ اپنے مخلص احباب سے گزارش ہے کہ وہ ازراہ کرم اس تجویز کو آگے بڑھانے کی کوشش نہ فرمائیں۔

(سید مسعود حسن رضوی)

غالب انعام

ہماری زبان مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۱ء میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ ٹیگور کے جشن صد سالہ پر ساہتیہ اکیڈیمی کے ایک اجلاس نے جس کی صدارت جواہر لال نہرو فرما رہے تھے دس ہزار روپے کا نقد ٹیگور انعام اس اسکالر کو دینا طے کیا ہے جس نے ٹیگور پر تحقیق اور ایڈیٹنگ کا سب سے اچھا نمونہ پیش کیا ہو اور جس سے ٹیگور کی تفہیم میں نئی راہیں نکلی ہوں۔

۱۹۶۹ء میں ہندوستان غالب کی صد سالہ یادگار منا رہا ہے۔ اس موقع کی رعایت سے میں ارباب ساہتیہ اکیڈیمی کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ٹیگور انعام کی طرح غالب انعام بھی ایک اسکالر کو دیا جانا چاہئے جس نے ۱۹۶۹ء تک غالب پر کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ دیرپا اور اثر انداز ہونے والا کوئی کام تحقیقی اور تفہیمی نقطۂ نظر سے کیا ہو۔

اس طرف غالب سنٹرل کمیٹی کو بھی توجہ دینا چاہیے

(خورشید حسن)

شاہکار افسانوں کا انتخاب

میں "قوس قزح" کے عنوان سے دور حاضر کے تمام ہندوستانی افسانہ نگاروں کا ایک تذکرہ مع ان کے شاہکار افسانوں کے مرتب کر رہا ہوں اور اس سلسلے میں مجھے اب تک چالیس افسانہ نگاروں کا تعاون حاصل ہو چکا ہے۔ چنانچہ میں ہندوستان کے تمام افسانہ نگار (افراد و خواتین) سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنا ایک (مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مگر شاہکار) افسانہ اور حالات زندگی جلد ہی مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

پتہ:- نعیم راہی معرفت پریم جنرل اسٹور
بڑا بازار۔ بریلی (یو۔پی)

مجھے امید ہے کہ بعض ریاستوں میں ہندی اور اردو کی کشمکش جلد ختم ہو جائے گی

صدر جمہوریہ ذاکر حسین کی تقریر

حیدر آباد ۹۔ صدر ذاکر حسین نے آج اپیل کی ہے کہ ملک میں لسانی مسئلہ پر جھگڑا ختم ہو جانا چاہیے۔ انھوں نے آج یہاں دکن بھارت ہندی پرچار سبھا کی گاندھی صد سالہ یوم پیدائش تقریبات کمیٹی کے زیر اہتمام ہونے والے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں لسانی مسئلہ پر غلط فہمی ہے زبان کو تو اتحاد پیدا کرنے والے عنصر کی حیثیت سے کام کرنا چاہیے اور عوام کو یکجا کرنے میں مدد دینی چاہیے اس سے عوام میں خلیج نہ پیدا ہونی چاہیے صدر نے امید ظاہر کی کہ بعض ریاستوں میں ہندی اور اردو کی کشمکش بھی جلد ختم ہو جائے گی۔

صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین کا انجمن ترقی اردو آندھرا کی جانب سے خیر مقدم

حیدر آباد ۹۔ صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین آج شام اردو ہال میں انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش اور اس کے زیر اہتمام چلائے جانے والے اداروں، اردو مجلس، اردو آرٹس کالج، اور یئنٹل اردو کالج، عثمانیہ انسٹی ٹیوٹ کے علاوہ ادبی ٹرسٹ کی جانب سے صدر انجمن ترقی اردو نواب میر احمد علی خاں، پروفیسر ہارون خاں شروانی، مولوی حبیب الرحمٰن معتمد انجمن ترقی اردو، جناب عابد علی خاں ایڈیٹر "سیاست" نے استقبال کیا۔ مولوی حبیب الرحمٰن نے اپنی خیر مقدمی تقریر میں کہا کہ حیدر آباد کی سرزمین صدیوں سے ادب، تہذیب اور شائستگی کا گہوارہ رہی ہے یہاں ان مشترک اعلیٰ روایات کے پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کے لیے فضا ہمیشہ ساز گار رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے ہر موڑ پر یہاں مذہب نے اختلاف کے بجائے احترام، زبان نے انتشار کے بجائے اتحاد، نئی تہذیبی قدروں نے اجتناب کے بجائے اکتساب کا درس دیا ہے۔ موصوف نے کہا کہ آندھرا پردیش تلگو ریاست ہے اور یہاں تلگو زبان ہی کو راج پاٹ کا حق حاصل ہے لیکن دوسری تمام ریاستوں کی طرح آندھرا پردیش کی دوسری بڑی علاقائی زبان اردو ہے اگرچہ یہاں لسانی عصبیت نہیں ہے تاہم لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل جدید کے بعد جس طرح ہر صوبہ میں لسانی اقلیتوں کے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اسی طرح آندھرا پردیش میں بھی سب سے بڑی لسانی اقلیت کی زبان "اردو" کے چند مسائل وسعت نظر کے ساتھ حل کرنے کی ضرورت ہے انھوں نے یہ بھی کہا کہ آندھرا پردیش کی تشکیل کے بعد اس کے چیف منسٹر نے اردو کو ریاست کی ایک علاقائی زبان تسلیم کیا اور اس کی ترقی اور تحفظ کے وعدے کیے لیکن جب سرکاری زبان کے قانون کا مسودہ اسمبلی میں پیش ہوا تو اس میں اردو کا ذکر ہی نہ تھا یہ صورت حال اردو والوں کے لیے حیرت ناک اور پریشان کن تھی۔ انجمن کی نمایندگی پر حکومت نے مسودہ قانون میں ایک دفعہ اردو کا شامل کر دیا لیکن اس میں اردو کا بھی اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ اس زبان کی اہمیت اور گھٹ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سرکاری زبان کے موجودہ قانون سے مطمئن نہیں ہیں۔ جناب حبیب الرحمٰن نے ادبی ٹرسٹ کو جناب عابد علی خاں کی کوششوں کا رہین منت قرار دیا اور اس ٹرسٹ کے مقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ نواب میر احمد علی خاں نے صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین کی گلپوشی کی۔ اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب ایک عظیم جمہوریہ کے صدر ہیں اور ملک کی ایک عظیم جامعہ "جامعہ ملیہ" کے شیخ الجامعہ بھی رہ چکے ہیں نواب صاحب نے اردو والوں پر زور دیا کہ وہ اردو ذریعۂ تعلیم اپنائیں۔

ابتدا میں جناب سرینواس لاہوٹی نے مدعو شعرا کا صدر جمہوریہ سے تعارف کرایا اور صلاح الدین نیر، خفیف الحسن خیال، کنول پرشاد کنول، امین احمد تاب، ادیب یعقوبی، حکیم یوسف حسین خاں، سلیمان اریب، مرزا شکور بیگ، حیرت بدایونی، ریحانی، منور لال بہار، اشرف رفیع، وقار خلیل، رؤف خلش، حسن فرخ، اور ممتاز شاعر مخدوم محی الدین نے اپنا کلام سنایا۔

جناب حسینی شاہد نے مشاعرہ کے فرائض انجام دیئے شرکا میں جناب بی، وی نرسنگ راؤ وزیر آب رسانی، پونش سلیم ایڈوکیٹ ایم۔ پی دوست محمد علاؤ الدین، جناب رہبر ایڈیٹر ملاپ دہلی ڈاکٹر مسعود حسن خاں صدر شعبۂ اردو اور دیگر ممتاز شہریوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ (سیاست)

اتر پردیش حکومت کو اردو کی ترقی کی تمام سہولتیں فراہم کرنا چاہیے

وارانسی۔ یو۔ پی کے وزیر محنت و صنعت پربھو نارائن سنگھ نے یہاں ہندی کے مشہور ادیب بھارتیندو ہریش چندر کے یوم پیدائش کی تقریبات کی صدارت ہریش چندر ڈگری کالج میں کرتے ہوئے ریاست کے ہندی اردو تنازعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ایک طبقہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہندی ریاست کی واحد سرکاری زبان بنے یہ طبقہ اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے کہ اردو کو لوگوں کی خاص تعداد بولتی ہے دوسرا طبقہ چاہتا ہے کہ اردو کو ریاست کی دوسری زبان کا درجہ دیا جائے ہندی اور اردو دونوں کے اسکالر اس بات پر متفق ہیں کہ دونوں زبانیں ایک ہیں البتہ اسلوب میں فرق ہے اس لیے ضرورت دونوں زبانوں کے امتزاج کی ہے۔ اسکولوں کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے نصاب میں ہندی اور اردو کے ادیبوں کی تصنیفات کو پہلو بہ پہلو مناسب مقام ملنا چاہیے اس سے اختلافات کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

پربھو نارائن نے پھر یہ بات کہی کہ حکومت کو اردو کی ترقی اور نشوونما کے لیے تمام سہولتیں فراہم کرنا چاہئے۔ اردو پڑھنے کا خواہش مند

ایک بھی طالب علم کو اس سہولت سے محروم نہ ہونا چاہیے۔

(سیاست جدید کانپور)

بولنے کی زبان اور پڑھنے کی زبان ایک ہونا چاہیے

چاون کی رائے

کوپرگاؤں (مہاراشٹر) مرکزی وزیر داخلہ وائی بی چاون نے ہندوستان کی سیاستدانوں کو اس بات پر چوکنا کیا کہ پڑھی جانے والی زبان اور بولی جانے والی زبان میں ہمیشہ ایک خلیج حائل رہی ہے پہلے ایک دیوتاؤں کی زبان تھی (سنسکرت) جس کو صرف چند لوگ سمجھتے تھے اس کے بعد فارسی اور عربی آئی جس کے بعد انگریزی کا رواج ہوا۔ اس ملک میں عوام الناس ان زبانوں کو نہیں جانتے

جناب چاون کوپرگاؤں تعلیمی سوسائٹی کے زیر اہتمام سومیہ کالج آف آرٹس و کامرس کا افتتاح کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ بولنے کی زبان اور پڑھنے کی زبان کا ملک کی ترقی کے لیے ایک ہونا ضروری ہے لہٰذا میں اس کو بنیادی چیز سمجھتا ہوں کہ سارے ملک میں ہر مرحلہ پر تعلیم دینے کا ذریعہ بچے کی مادری زبان ہونا چاہیے۔

جناب چاون نے کہا کہ یہ کام بتدریج انجام دیا جائے گا۔ مگر یہ اصرار کہ قومی زندگی کے لیے نقصان دہ ہے کہ انگریزی کو اعلیٰ تعلیم کے لیے مستقل طور پر جاری رکھا جائے وزیر داخلہ نے کہا کہ لسانی فارمولا کے وہ پر زور حامی ہیں، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں کہ جو انگریزی ہٹاؤ کا نعرہ دیتے ہیں انگریزی اس ملک میں موجود رہے گی۔ (ریاست)

یوپی اور بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنایا جائے

چنڈی گڑھ۔ ری پبلکن پارٹی نے ان غیر کانگریسی حکومتوں کو جن میں وہ شامل ہے الٹی میٹم دینے کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ منجملہ دیگر مطالبات کے اردو کو یوپی اور بہار میں دوسری سرکاری زبان بنانے کے مطالبہ کو منظور کرنے کا اعلان امسال ۳۱ اکتوبر سے پہلے کر دیں اور ۲۶ جنوری ۱۹۶۸ء سے پہلے ان کو عملی جامہ پہنا دیں ورنہ پارٹی اپنے آئندہ لائحہ عمل کا فیصلہ کرنے کے معاملہ میں آزاد ہوگی۔ (سیاست جدید)

تمام چودہ زبانوں کو قومی زبان کا درجہ ملنا چاہیے

مدراس۔ مدراس کے وزیر قانون نے آج ایک بیان میں زور دے کر کہا کہ تمام چودہ زبانوں کو قومی زبان قرار دیا جانا چاہیے صرف ایک ہی زبان کو یہ درجہ نہیں ملنا چاہیے۔ اخباری نمائندوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اب صرف

رابطہ کی زبان کا مسئلہ رہ جاتا ہے ہم انگریزی کو چاہتے ہیں ہم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی شخص ہمیں پڑھائے کہ فلاں زبان کو رابطہ کی زبان تسلیم کر دو۔ زبان کے سوال پر اکثریت کے نظریہ کی آڑ میں فیصلہ نہیں کیا جانا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ مرکزی حکومت کا آخری فیصلہ غیر ہندی علاقوں پر ہندی زبان کو مسلط کرنا ہے۔

ہمارے نقطۂ نظر کے مطابق ہندی رابطہ کی زبان کی حیثیت کبھی نہیں لے سکتی۔ (الجمعیۃ دہلی)

یوپی کے محکمہ صنعت میں اردو کا استعمال ہندی کے ساتھ بھی ہوگا

لکھنؤ۔ اترپردیش کے محکمہ صنعت و حرفت اور روزگار میں اردو زبان کا استعمال بھی ہندی کے ساتھ ہوگا اور تمام ضروری کتابچے معلوماتی لٹریچر عوام کو صنعتی منصوبوں سے روشناس کرانے کے قاعدے اردو میں شائع کرنے کا انتظام کیا جائے گا" مندرجہ بالا یقین دہانی اترپردیش کے وزیر صنعت و حرفت جناب پربھو نرائن سنگھ نے محبان اردو کے ایک وفد سے کی جو ادیبوں، دانشوروں اور صحافیوں پر مشتمل تھا۔

وزیر صنعت کے سامنے مفتی محمد رضا انصاری نے اردو کے سلسلہ میں پیش آنے والے دشواریوں کی مثالیں دیں۔ اور سرکاری اعلانات کی روشنی میں سرکاری محکمہ جات میں اردو استعمال کیے جانے نیز اردو سہولتوں کو قانونی ضمانت دیے جانے پر اردو حلقوں کا موقف واضح کیا۔

یہ ملاقات اور اردو مسئلہ پر باہمی گفت و شنید اس پروگرام کے تحت ہوئی جس کا اہتمام ادارہ فروغ اردو نے "اردو سہولتوں پر عملدرآمد کرو" مہم کے تحت شروع کیا ہے۔ وفد نے وزیر صنعت کو ایک تحریری محضر بھی پیش کیا جو جناب اقبال صدیقی نے پڑھ کر سنایا۔

اس محضر میں کہا گیا ہے کہ محکمہ صنعت و حرفت کے تحت بنکروں، امداد باہمی صنعتی انجمنوں، ہینڈ لوم مراکز اور سوسائٹیوں چمڑہ صنعت اور اسی طرح کی بیشتر صنعتوں کے کام کرنے والے اور کارخانہ داروں کی مادری زبان اردو ہے اس لیے صوبہ کی صنعتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ محکمہ صنعت و حرفت انگریزی کو بیدخل کر کے تمام معلوماتی لٹریچر، منصوبوں سے روشناس کرانے والا لٹریچر، صنعتی امداد کے قواعد وغیرہ اردو میں شائع ہوں۔

جناب پربھو نرائن سنگھ نے وعدہ کرتے ہوئے کہ وہ اپنے محکمہ جات میں اردو جاری کریں گے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ جو بچہ ماں کے دودھ کے ساتھ زبان سیکھتا ہے اس زبان سے اسے دور کرنے نیز میر و غالب کی زبان مٹا دینے کی بات سوچنا یا سمجھنا پاگل پن ہے۔ انھوں نے کہا کہ اترپردیش کی ملی جلی سرکار میں جن سنگھ کو اردو مسئلہ پر کچھ اختلاف ہے لیکن اردو کے بے

جن سہولتوں کا اعلان کیا گیا ہے ان پر عمل درآمد کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

انھوں نے کہا کہ میری اور میری پارٹی کی کھلی رائے ہے کہ ایک بھی بچہ اگر اردو پڑھنا چاہے تو اس بچہ کو پوری تعلیمی سہولت ملنا چاہیے۔ وزیر صنعت نے کہا کہ میں یہ پختہ رائے رکھتا ہوں کہ اردو زبان کے رسم الخط کو بدلنے یا چھوڑنے کی بات غلط ہے اور اردو کو اس کے موجودہ رسم الخط ہی میں ترقی کرنا چاہیے۔ اسی طرح میں اس مطالبے سے اتفاق نہیں کرتا کہ جس کے تحت اردو کو دیوناگری رسم الخط میں لکھا جائے۔

جناب پربھو نرائن سنگھ نے کہا کہ "اردو کا مسئلہ ایسا ہے جسے باہمی طور پر پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کرتے ہوئے حل کرنا چاہیے۔ (قومی آواز)

انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کی صوبائی کانفرنس کے موقع پر سمپوزیم

بھوپال۔ "اردو کو کسی ایک طبقہ یا فرقہ کی زبان قرار دینا انتہائی گمراہ کن ہے۔ اس کا جنم اسی ملک کی دھرتی پر ہوا ہے۔ یہی وہ خاک ہے جہاں اس نے ترقی کی منزلیں طے کی ہیں اور جہاں اسے اور نکھرنا اور سنورنا ہے" یہ الفاظ ٹریڈ یونین لیڈر جناب موتی لال شرما نے مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام منعقدہ ایک سمپوزیم میں کہے جو مقامی سیفیہ کالج کے لیکچر ہال میں انجمن کی صوبائی کانفرنس کے موقع پر منعقد ہوا۔

انجمن ترقی اردو سیہور کے صدر میاں سلطان محمد خاں سابق اسپیکر بھوپال اسمبلی نے جناب شرق عثمانی کی زیر صدارت اس مجلس مذاکرہ کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اردو والوں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے۔ یہ سوچنا غلط ہے کہ اردو کسی کے مٹائے مٹ جائے گی۔ اردو اپنے موجودہ رسم الخط کے ساتھ زندہ رہے گی۔

انجمن ترقی اردو کھنڈوہ کے صدر ڈاکٹر خورشید احمد نے کہا کہ تاریخ ہماری تنگ نظری پر آنسو بہائے گی کہ ایک بدبخت ملک ایسا بھی تھا جس نے ایک شاندار زبان کو غیر سمجھا اور اسے مٹانے کی کوشش کی۔ آپ نے کہا کہ اردو کے سلسلے میں بنیادی کام کی طرف توجہ دینا ہوگی۔

انجمن ترقی اردو شہر بھوپال کے صدر جناب ایم عرفان نے کہا کہ اردو والے اردو کے سب سے بڑے مجرم ہیں۔ اگر وہ یہ طے کرلیں کہ اردو کو زندہ رہنا ہے تو اسے کوئی نہیں مٹا سکتا ہے لیکن اس کے لیے عمل کی ضرورت ہے۔

انجمن ترقی اردو شہر بھوپال کی خواتین شاخ کی صدر پروفیسر مس شفیقہ فرحت نے خواتین پر زور دیا کہ وہ گھروں میں اردو کا ماحول بنائیں اور بچوں کو اردو تعلیم دیں۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ مقامی گرلز کالج میں اردو میں پوسٹ گریجویٹ کلاسیز بھی کھل گئے ہیں۔ لیکن بات جب بنے گی جب اردو کو پرائمری سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک پہنچایا جائے۔

ڈاکٹر سید حامد حسین نے اپنی تقریر میں اردو کی بنیادی تعلیم پر زور دیا۔ اور کہا کہ ہمیں اپنے گھروں میں اردو کی ترقی کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔ آپ نے کہا کہ اردو کتب، رسائل اور اخبارات کی ترقی کے لیے کوششیں ہی دراصل اردو کی ترقی کی کوششیں ہیں۔ سیفیہ کالج میں شعبہ اردو کے سربراہ پروفیسر عبدالقوی دسنوی نے کہا کہ اردو والے ایک دوسرے پر الزام تراشی چھوڑ کر اپنی اپنی طور پر اردو کے تئیں جو اُن کا فرض ہے اسے سرانجام دیں۔ آپ نے کہا کہ جو وقت ہے کھوکھلے نعرے چھوڑ دیئے، خود کوشش جانیئے۔ انجمن کو چاہیے کہ وہ تعلیم کے نصاب پر توجہ دے۔

انجمن ترقی اردو شاخ برہان پور کے صدر حاجی صلاح الدین نے اردو والوں سے اپیل کی کہ وہ نئی نسل پر توجہ دیں۔ اگر وہ اردو سے لاپرواہ ہوئی تو اس نقصان کی تلافی ممکن نہ رہے گی۔ آپ نے پرزور لہجہ میں کہا کہ اردو جیسی شیریں زبان تو اس ملک کا سنگھار ہے۔ آپ اسے اجاڑ کر ملک کی شکل نہ بگاڑیئے۔

مرکزی انجمن کے نمائندے جناب حفیظ الدین نے اپنی مختصر تقریر میں کہا کہ شادی بیاہ میں کسی اور چیز کی چاشنی اور کشش کے بغیر دور دور سے لوگ کانفرنس میں شریک ہونا بڑا پرمسرت اور اچھے آثار کی علامت ہے۔ جو زبان اپنے اندر دنیا کی ساری زبانوں کی شیرینی سموئے ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوسکتی ہے۔ اردو زندہ رہے گی۔

سمپوزیم کے صدر جناب شرق عثمانی نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہر اردو دوست کا فریضہ ہے کہ وہ اعتراض اور بگاڑ کی روش چھوڑ کر اردو کے لیے کام کرے۔ آپ نے کہا جماعتیں عمل جدوجہد کوشش، اتحاد اور خود تنقیدی سے آگے بڑھتی ہیں۔ ہمیں اپنی خوبیوں اور خامیوں کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔ آپ نے کہا مبارک ہیں وہ لوگ جو کسی نہ کسی سطح پر اردو کے لیے کام کررہے ہیں۔

جے پرکاش نرائن اور اردو

پٹنہ۔ شری جے پرکاش نے یہاں اردو کے سلسلہ میں کہا کہ اگر تمام متعلقہ فریقوں نے جن میں اردو پریمی اور ہندی پریمی دونوں شامل ہیں فریقانہ ذہنیت کے اندر رکھا ہوتا تو صورت حال اتنی خطرناک نہ ہوتی۔ آپ حالیہ فسادات پر اظہار خیال کررہے تھے۔ خود اردو کے سلسلے میں انھوں نے حکومت بہار سے کہا ہے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظرثانی کرے کیونکہ میری یہ مستحکم رائے ہے کہ اردو یا کسی بھی دوسری زبان کو بہار کی دوسری سرکاری زبان بنانا مناسب نہ ہوگا۔

(قومی آواز)

تبصرے

شہریار

دادکی بیداد۔

عبدالمجیب سہالوی

قیمت :۔ ۲ روپے ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ :۔ نسیم بک ڈپو لاٹوش روڈ لکھنؤ

عبدالمجیب سہالوی مشہور اردو روزنامہ "قومی آواز" سے وابستہ ہیں اور اس کا مزاحیہ کالم "گلوریاں" لکھتے ہیں جو بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے۔ 'دادکی بیداد' ان کے انیس مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ "احوال واقعی" بھی ظریفانہ انداز میں لکھا گیا ہے اس طرح مضامین کی تعداد بیس ہو جاتی ہے۔ 'تعارف' پروفیسر احتشام حسین نے لکھا ہے۔

سہالوی صاحب کے ان مضامین میں مزاحیہ یا ظریفانہ رنگ غالب ہے کہیں کہیں طنز سے بھی کام لیا ہے لیکن شگفتگی اور خوش ذوقی کے ساتھ زندگی، زمانہ اور سیاست کے بے ڈھنگے پن، ناہمواری اور عدم توازن کو اس طرح دیکھا اور دکھایا ہے کہ بے ساختہ ہنسی آتی ہے۔ کہیں کہیں قہقہہ لگانے کو بھی جی چاہتا ہے۔ ایک اچھے مزاح نگار کی خوبی یہ ہے کہ وہ زندگی کے مضحک پہلوؤں کی مصوری یا نشاندہی کرتے وقت خود مضحکہ خیز نہ ہو جائے۔ سہالوی سے اس راز سے بڑی حد تک واقف ہیں اس کا اندازہ ان کے بیشتر مضامین سے ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہنسی ایک سطحی کیفیت ہے لیکن اگر اس کیفیت کو سطحی انداز و اسلوب میں پیش نہ کیا جائے تو اعلیٰ ادب کی تخلیق کا محرک بن سکتی ہے۔ اردو نثر سے اس کی خاص مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ سہالوی صاحب کے جو مضامین خاص طور سے پڑھنے کے قابل ہیں ان کے عنوانات یہ ہیں: دادکی بیداد، کاتب کی کرشمہ سازی، تعزیت، اور اے پر دختہ کو آوازہ دینا۔

آغوشِ خیال۔ (مجموعہ کلام)

آزاد گلاٹی

قیمت :۔ تین روپے

ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ اردو ادب گچی چھاؤنی جموں۔

آزاد گلاٹی صاحب انگریزی ادب کے استاد ہیں۔ ان کی کہانیوں کا ایک مجموعہ ہندی میں شایع ہو چکا ہے۔ 'آغوشِ خیال' ان کی غزلوں اور قطعات کا مجموعہ ہے عام اور روایتی غزل گو شعرا کے برعکس ان کی غزلیں مختصر ہوتی ہیں اور ان میں احساس اور جذبے کی انفرادیت پائی جاتی ہے غزل کے مخصوص علائم اور رموز کے استعمال کے باوجود ان کے تلازمات میں نئے پن کا احساس ہوتا ہے پروفیسر اے۔ بی۔ بہار نے بھی اپنی تقریظ میں آزاد گلاٹی کی شاعرانہ خصوصیات کا بہت اچھا تجزیہ کیا ہے لیکن تجزیہ کے دوران بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جو نہ صرف مبالغہ آمیز بلکہ گمراہ کن معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً

"انگریزی شاعری بحیثیت مجموعی رومانوی ہے۔" اور یہ بات انگریزی شاعری کے کسی خاص دور کے بارے میں نہیں بلکہ پوری انگریزی شاعری کے بارے میں کہی گئی ہے۔ یہی نہیں بہار صاحب کے نزدیک رومانیت (یا بقول بہار صاحب رومانوی شاعری) کے اہم عناصر قرار ہیں "یاد ماضی، الم پسندی، عقل پر دل اور ہوش پر جنوں کی فوقیت وغیرہ وغیرہ" ہیں۔ "وغیرہ وغیرہ" کے بعد کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ کاش بہار صاحب آزاد گلاٹی کی شاعری کو صرف اردو شاعری کے پس منظر میں دیکھتے اور دکھاتے۔

بہرحال آزاد گلاٹی کا یہ مجموعہ ہر لحاظ سے قابلِ قدر ہے اور اس کی بنا پر ان کے شاعرانہ مستقبل سے اچھی توقعات وابستہ کی جاتی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

رات تنہائی کا در کھول کے دل میں جھانکا
آشنا تا تھا ہم پاؤں نہ دھرنے پائے

شمع امید بجھی، تاروں کی لو ڈوب گئی
اب بھلا کیا ترا اس سمت کو آنا ہوگا

کوئی آتا نظر آتا ہے جب اس شہر کی سمت
خود بہ خود دل سے مرے آہ نکل جاتی ہے

جگر کے جلتے ہوئے داغ، آنسوؤں کے چراغ
چلے بھی آؤ، یہ سب نذرِ رہگزار میں ہے

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر ظہیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسین نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا